© rasailojaraid.com

دہشت گردی: فکری مغالطے

حافظ محمد خالد سیف
سابق سینئر ریسرچ آفیسر، اسلامی نظریاتی کونسل

حالات کی یہ عجب ستم ظریفی ہے کہ اسلام جو امن وسلامتی کا دین ہے اور دنیا کو امن، چین، سکون اور اطمینان سے بھر دینے کے لیے آیا ہے، دنیا کے بڑے بڑے دہشت گردوں نے اپنی قوت وطاقت کے سہارے، اسے اور اس کے ماننے والوں ہی کو دہشت گرد قرار دے کران کے خلاف عالمی میڈیا پر پروپیگنڈا شروع کررکھا ہے۔اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دہشت گردی کے واقعات میں بعض مسلمان ملوث رہے ہیں لیکن اسلام کے معنی ہی اطاعت وسپردگی اور امن وسلامتی کے ہیں لہٰذا مسلمان اپنے بنیادی نظریہ وعمل کے مطابق جہاں اطاعت الٰہی کا نمونہ ہیں، وہاں دنیا کے لیے امن وسلامتی کے پیکر بھی ہیں۔قرآن مجید میں اسلام کی حکومت کو امن کی حکومت قرار دیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لاَ يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔(۱)

’’جولوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انھیں ملک کا حاکم بنادے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھااوران کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے، مستحکم وپائیدار کردے گااور خوف کے بعد انھیں امن بخشے گا،وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے، تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔‘‘

اسلام میں ظلم وستم کی کسی طرح کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام نے تو مسلمانوں کو واضح طور پر یہ تعلیم دی ہے کہ کسی قوم کی عداوت و دشمنی بھی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرنے لگو۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اے ایمان والو! اللہ کے لیے گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔''

اسلام تخریب کاری، دہشت گردی یا معصوم انسانوں کے قتل و غارت کی کس طرح اجازت دے سکتا ہے کہ اس نے تو انسانیت کے احترام، تقدس اور عظمت کا یہ تصور دیا ہے کہ ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کے قتل اور ایک انسان کی جان بچانا، ساری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا م بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا۔ (۳)

''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا، اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی، اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔''

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا اور آپؐ نے انسانیت کے ساتھ جس طرح محبت و شفقت اور رحمت کا درس دیا ہے، وہ آپؐ کے حسبِ ذیل ارشادات سے واضح ہے:

۱۔ خبردار جس نے ذمی کافر پر ظلم کیا یا اسے نقصان پہنچایا، اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لیا یا اس کی کوئی تھوڑی سی چیز بھی اس کی رضا کے بغیر لی، تو کل قیامت کے دن میں ایسے شخص سے جھگڑوں گا۔(۴)
۲۔ اسلام میں سختی اور تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں۔(۵)
۳۔ جو کسی جاندار (انسان یا حیوان) کی شکل و صورت بگاڑے، اس پر لعنت ہے۔(۶)
۴۔ زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔(۷)
۵۔ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا سبب ہوگا۔(۸)
۶۔ ایک عورت جہنم میں گئی صرف ایک بلی کی وجہ سے، جسے اس نے باندھے رکھا، بلی کو نہ خود کھانے کے لیے کوئی چیز دی اور نہ اُسے چھوڑا کہ زمین کا گرا پڑا جو چیز ملتی، اُسے کھا لیتی۔(۹)

اسی طرح رحمۃ للعالمین ﷺ کے بے شمار ارشادات کتب حدیث و سیرت میں موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات و ہدایات میں انسانی زندگی کے لیے امن و آشتی، رحمت و شفقت اور صلح و سلامتی کی ضمانت ہے۔

اسلام دین امن: تاریخ کی روشنی میں

اسلام امن و آشتی کا دین ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے۔ اسی طرح اسلامی تاریخ بھی اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے صلح و سلامتی اور امن و آشتی ہی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ تاریخ اسلام سے چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے تمام غزوات اور سرایا کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کفار کے جارحانہ رویوں کے جواب میں تھے۔ مشرکین مکہ، یہود اور نصاریٰ سے آپؐ نے جس قدر جنگیں کیں، وہ ان کی جارحانہ کارروائیوں کی وجہ سے تھیں۔ شام کے سرحدی علاقوں میں عیسائیوں کی جارحانہ کارروائیوں کے انسداد ہی کے لیے ۸ھ میں آنحضرت ﷺ نے ایک دستہ روانہ فرمایا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حارث بن عمیرؓ کو دعوتِ اسلام کا خط دے کر شرحبیل بن عمر غسانی کے پاس بھیجا، اس نے آپؐ کے اس قاصد کو قتل کر دیا تو اس کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے آنحضرت ﷺ نے جنگی مہم کا پروگرام بنایا تھا۔

اسی طرح جب شام کی سرحد پر دشمنوں کی فوجوں کے جمع ہونے اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کی خبریں عام ہوگئیں، تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دفاع کا اہتمام فرمایا، الغرض آنحضرت ﷺ کے تمام غزوات اور سرایا دشمنوں کی جارحانہ کارروائیوں کے جواب میں تھے اور ان میں فریقین کا جانی نقصان اس قدر کم ہوا کہ اس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی جیسا کہ درج ذیل تفصیل سے واضح ہے:

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل
مسلمان	۱	۱۲۷	۲۵۹	۳۸۷
مخالف	۶۵۶۴	---	۷۵۹	۷۳۲۳
میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۹۱۸	۷۷۱۰

جب کہ دوسری طرف دیگر اقوام کی لڑائیوں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کروڑوں انسان کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ مثلاً ''مہابھارت'' کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں، یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا، ان کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔ جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب ''اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن'' میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکتِ نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے، جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔ اکیلی سلطنتِ سپین نے تین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا، جن میں سے بتیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔"(۱۰)

آنحضرت ﷺ کے بعد خلفاء راشدینؓ نے بھی امن و سلامتی کے مشن کو جاری رکھا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا،وہ اس کی ایک نمایاں مثال ہے، آپ نے فرمایا:

"ایها الناس قد ولیت أمرکم و لست بخیرکم، ایها الناس انما أنا متبع ولست بمبتدع، فان احسنت فأعینونی، وان زغت فقومونی، ---وان اقواکم عندی الضعیف حتی اٰخذله بحقه وان أضعفکم عندی القوی حتی اٰخذ منه الحق۔"(۱۱)

"لوگو! مجھے تمھارا حاکم بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، لوگو! میں متبع (سنت) ہوں، بدعتی نہیں ہوں، اگر میں امور ومعاملات کو اچھے طریقے سے سرانجام دوں تو میری مدد کرو اور اگر میں بھٹک جاؤں،تو مجھے سیدھا کردو،تم میں سے جو طاقت ور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے، جب تک میں اس سے حق وصول نہ کرلوں اور جو تم میں سب سے کمزور ہے، وہ میرے نزدیک بہت طاقتور ہے، جب تک میں اسے اس کا حق نہ دلادوں۔"

مسلم اور غیر مسلم کے امتیاز کے بغیر امن وامان اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے یہ آپ کی باقاعدہ طے شدہ پالیسی تھی جس کی وجہ سے معاشرہ امن، چین اور سکون کا گہوارہ تھا۔حضرت ابوبکرؓ نے جب ملک شام کی طرف ایک جہادی لشکر روانہ کیا تو اپنی اسی پالیسی اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اسے یہ نصیحت فرمائی:

"عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا، بستیاں ویران نہ کرنا،کوئی بکری یا اونٹ کھانے کے سوا ذبح نہ کرنا،کھجور کے درخت نہ کاٹنا اور نہ جلانا،خیانت نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا۔"(۱۲)

حضرت عمر فاروقؓ کا عدل تو ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔یہاں ہم ان چند معاہدات کو بطور مثال پیش کریں گے، جو مختلف ممالک کی فتح کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت آپؓ نے ان کے باشندوں کے ساتھ کیے تھے۔ ان معاہدات کے مطالعہ سے جہاں اس بات کی تصدیق ہوگی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں سکونت پذیر غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا معاملہ کیا، جس سے معاشرہ امن وآشتی کا ایسا گہوارہ بن گیا کہ جس کی دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی، وہاں اس بات پر غور کرنے کا بھی موقع ملے گا کہ کیا یورپ نے بایں ہمہ دعویٰ تہذیب اس قسم کے حقوق کبھی غیر قوم کو دیئے ہیں اور یاد رہے کہ ہر قسم کی رعایا کو مکمل حقوق دینے ہی سے معاشرہ میں امن وسلامتی کا فروغ ہوسکتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے معاہدات میں سے بیت المقدس کا وہ معاہدہ بہت مشہور ہے، جو خود آپؓ کی موجودگی میں اور آپؓ ہی کے الفاظ میں لکھا گیا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

> ''یہ ہے وہ امان جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے اہل ایلیا کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اوران کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے۔ اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو اور نہ ان کے احاطہ کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا، ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہیں رہیں گے، ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکل جائے گا، اس کی جان اور مال کو امن ہے۔ حتی کہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیا ہی میں رہنا پسند کرے تو اس کو بھی امان ہے۔ البتہ اسے جزیہ دینا ہوگا اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہے، تو ان کو اوران کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں اور جو کچھ اس تحریر میں ہے، اس پر اللہ کا، اس کے رسولؐ کا اور مومنوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ یہ لوگ مقرر کردہ جزیہ ادا کرتے رہیں۔ اس تحریر پر گواہ ہیں خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان ہیں اور یہ ۱۵ ھ میں لکھا گیا۔''(۱۳)

دوسری طرف جب ۱۰۹۹ء میں اسی بیت المقدس پر عیسائیوں نے قبضہ کیا تو:

> ''مفتوح و مغلوب مسلمانوں کے ساتھ انھوں نے وہ برتاؤ کیا کہ الامان والحفیظ۔ شہر کے گلی کوچوں میں کشتوں کے پشتے لگ گئے، بے دست وپا مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، انھیں آگ میں جلایا گیا اور مسجد اقصیٰ کی چھت اور بنیادوں پر بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا گیا۔''(۱۴)

اور پھر اسی بیت المقدس کو جب دوبارہ صلاح الدین ایوبی نے فتح کیا تو:

> ''کسی عیسائی (غیر مقاتل) کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی گئی اور ہلکا سا ٹیکس (جزیہ) لگانے کے بعد سب کو مذہبی آزادی دے دی گئی۔ دوران جنگ عیسائیوں کا سپہ سالار رچرڈ اول بیمار ہوا، تو صلاح الدین ایوبی اسے کھانا، پھل اور دیگر مفرحات بھجواتا رہا۔''

حضرت عمرؓ کے اس نوع کے اور بھی بہت سے معاہدات معروف ہیں، آپؓ نے اپنی وفات کے قریب اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے لیے ایک مفصل وصیت بھی لکھوائی تھی، اس وصیت کو محدثین میں سے امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ کے علاوہ بہت سے مؤرخین نے بھی ذکر کیا ہے، اس وصیت کا آخری فقرہ یہ ہے او صیہ بذمة اللّٰہ۔۔۔(۱۵)

> ''میں ان لوگوں کے حق میں وصیت کرتا ہوں، جن کو اللہ اوران کے رسولؐ کا ذمہ دیا گیا ہے (یعنی ذمی) کہ ان سے کیا گیا عہد پورا کیا جائے اوران کی حمایت میں لڑا جائے اوران کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔''

خلفاء راشدینؓ آنحضرتﷺ کے صحیح جانشین تھے، انھوں نے ایسا پر امن ماحول قائم کیا، جسے عالمی تاریخ میں ایک مثالی حیثیت حاصل ہے، اس بارے میں مشہور مغربی مؤرخ ڈاکٹر گستاولی بان کی شہادت سنیے:

> ''خلفاء راشدینؓ جس ملکی خوش تدبیری کو کام میں لائے، وہ ان کی سپہ گری اوراس فن حرب سے مافوق تھی، جسے انھوں نے آسانی سے سیکھ لیا تھا، شروع ہی سے انھیں ایسی اقوام سے کام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑا،جن پر سالہا سال سے مختلف حکومتوں نے نہایت بے رحمی سے ظلم کررکھا تھااوراس مظلوم رعایا نے نہایت خوشی کے ساتھ ان نئے ملک گیروں کو قبول کرلیا،جن کی حکومت میں انھیں بہت زیادہ آسائش تھی۔مفتوح اقوام کا طریقہ عمل کیاہونا چاہیے، نہایت صریح طور پر مقرر کردیا گیااورخلفاء اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزورشمشیر دین حق کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی، بلکہ بعوض اس کے کہ وہ بجبر اپنے دین کی اشاعت کرتے، وہ صاف طور پر ظاہر کردیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب ورسوم اور اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کی جائے گی اور اس آزادی کے معاوضے میں وہ ان سے ایک بہت خفیف ساخراج لیتے تھے، جو ان مطلوبات کے مقابل میں جو ان اقوام کے پرانے حکام ان سے وصول کیا کرتے تھے،نہایت ہی کم تھا۔''(۱۶)

اسی طرح ڈاکٹر گستاولی بان نے حضرت عمروبن عاصؓ کے بارے میں بھی لکھا ہے:

''جوسلوک عمروؓ بن عاص نے مصریوں کے ساتھ کیا، وہ اس سے کم نہ تھا،اس نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ پوری مذہب کی آزادی،پورا انصاف بلا رورعایت اور جائیداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیئے جائیں گے اور ان ظالمانہ اورغیر محدود مطالبوں کےعوض میں جوشہنشاہ یونان ان سے وصول کرتے تھے، صرف ایک معمولی سالانہ جزیہ لیاجائے گا، جس کی مقدار فی کس دس روپے تھی۔''(۱۷)

ڈاکٹر گستاولی بان نے حضرت عمروبن عاصؓ کے بارے میں مزید لکھا ہے:

''جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بیت المقدس میں کیا تھا ویسا ہی عمروؓ نے بھی عیسائیوں کے ساتھ بہت ہی مہربانی کا سلوک کیا۔جس وقت قوم قبطی نے ایک نئے بطریق کی جوعہدہ ان میں ہمیشہ سے چلا آتا تھا،درخواست کی تو عمروؓ نے فوراً وہ درخواست منظور کرلی۔اس نے مذہب عیسوی کی ہمدردی کو اس درجہ جائز رکھا کہ مسلمانوں کے شہر میں بھی کلیسا تعمیر ہونے کی اجازت دے دی۔''(۱۸)

۷۱۱ء میں راجا داہر کی ظالمانہ پالیسیوں کی وجہ سے محمد بن قاسمؒ سندھ پر حملہ آور ہوااور فتح حاصل کرنے کے بعد تین سال تک اس سرزمین پر قیام پذیر رہا۔ان تین سالوں میں محمد بن قاسم نے اپنے حسن سلوک سے سندھیوں کو اس حدتک اپناگرویدہ بنالیاتھا کہ وہ اس کی ماتحتی میں اپنے ہی فوجی سرداروں سے لڑنا باعث فخر سمجھتے تھے۔تین سال بعد جب محمد بن قاسم عراق واپس جانے لگا تو لوگوں کی اشکبار آنکھیں ان کے اندرونی غم کی غمازی کررہی تھیں۔لوگ عرصہ دراز تک اس کی جرأت، نیک سلوک اور پر وقار شخصیت کی باتیں کرتے رہے۔

تاریخ کی اس شہادت سے یہ بات اظہرمن الشمس ہے کہ اسلام نے انسانی زندگی کے لیے امن وآشتی،رحمت وشفقت اورسلامتی کی جوتعلیمات دی ہیں،مسلمانوں نے ان تعلیمات کے مطابق عمل کیااورعملی طور پر اس کا مظاہرہ بھی کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاد اور دہشت گردی

ابلاغ عامہ میں دہشت گردی کے واقعات کو جہاد کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔اس کا ایک سبب تو دہشت گردی میں ملوث وہ لوگ ہیں جنھوں نے دہشت گردی کو جہاد کا نام دیا ہے اور دوسرے مغرب میں جہاد کا غلط مفہوم ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ پہلے جہاد کے مفہوم کو واضح کیا جائے؟

اسلام امن وآشتی اور محبت وسلامتی کا دین ہے،تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اگر مسلمانوں پر ظلم ہو تو وہ اسے برداشت کرتے جائیں اور اگر انھیں دہشت گردی کا نشانہ بنایا جائے، تو وہ اس کا نشانہ بنتے جائیں، اسلام کے امن وسلامتی کے دین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کو ظلم نہیں کرنا چاہیے، کسی کا ناحق خون نہیں بہانا چاہیے،معصوم انسانوں کی جان ومال کو کسی طرح نقصان نہیں پہنچانا چاہیے، جہاں تک ظالم کے ہاتھ کو روکنے کا تعلق ہے،تو اسلام بلاشبہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ظالم کا ہاتھ روک دیا جائے اور دہشت گردی کا مقابلہ کیا جائے۔ظلم وزیادتی، تخریب کاری اور دہشت گردی کے اسی مقابلہ کو اسلامی اصطلاح کے مطابق جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یعنی جہاد اور دہشت گردی میں فرق یہ ہے کہ جہاد ظلم وزیادتی اور فتنہ وفساد کا مقابلہ کرنے اور اسے روکنے کا نام ہے، جبکہ دہشت گردی فتنہ انگیزی اور ظالمانہ کارروائی ہے۔جہاد حق کے دفاع اور عدل وانصاف کے قیام کا نام ہے، جب کہ دہشت گردی اندھا دھند قتل وغارت گری اور بے دریغ تباہی وبربادی مچا دینے کا نام ہے۔دہشت گردی سراسر ایک منفی طرز عمل ہے،جب کہ جہاد ایک مثبت اصول حیات ہے،جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی اور انسانیت کا تحفظ ہے۔یہی وجہ ہے کہ جہاد سے متعلق اسلامی تعلیمات وہدایات میں یہ سنہری اصول بھی موجود ہیں:

۱۔ اہل قتال کو بھی آگ میں نہ جلایا جائے۔
۲۔ کسی کو باندھ کر نہ مارا جائے۔
۳۔ قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔
۴۔ لاش کو بگاڑا نہ جائے۔
۵۔ سفیر کو قتل نہ کیا جائے۔
۶۔ بدعہدی نہ کی جائے۔
۷۔ راہبوں اور عابدوں کو ستایا نہ جائے اور نہ ان کی عبادت گاہیں مسمار کی جائیں۔
۸۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کھیتیاں جلائی جائیں۔
۹۔ آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔
۱۰۔ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

یہ اور اس طرح کے دیگر اصول ہیں، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام نے حالتِ جنگ میں بھی انسانیت کو امن وسلامتی اور حسن سلوک کا پیغام دیا ہے، مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ آج اسلام کو انتہا پسند دین، جہاد کو دہشت گردی اور مسلمانوں کو دہشت گرد اور تخریب کار قرار دیا جا رہا ہے۔افسوس کہ دنیا کی اس سوچ اور فکر کو آب وگل ہمارے حالات اور ہمارے اعمال و افعال سے فراہم ہو رہا ہے۔دشمنوں کے اس غلیظ پروپیگنڈا کے مقابلہ کے لیے ہمیں سب سے پہلے اپنے حالات کو سنوارنا اور اپنے افعال واعمال کو بدلنا ہوگا۔ہمیں سب سے پہلے خود وطنِ عزیز سے ہر قسم کی دہشت گردی کو ختم کرکے،اسے امن وسکون کا گہوارا بنانا اور تعمیر وترقی کی شاہراہ پر چلانا ہوگا۔

اسلام اور حرابہ

جو شخص زمین میں فتنہ وفساد برپا کرے،ڈکیتی و رہزنی اور قتل و غارت کا بازار گرم کرے اور اپنے ان مذموم افعال کے ذریعہ امن وامان کو ختم کرکے خوف و دہشت کی فضا پیدا کرے،تو اس قسم کی صورت حال کو قرآن مجید میں حرابہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔یہ انسانی معاشرے کے خلاف ایک سنگین جرم ہے لہٰذا اسلام میں اس کی سزا بھی سنگین ہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَ اَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (۱۹)
>
> ’’جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں، ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کردیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں۔یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا (بھاری) عذاب ہے۔‘‘

قرآن مجید کی حرابہ کی یہ اصطلاح اپنے عموم کی وجہ سے دہشت گردی کی اصطلاح سے زیادہ وسیع اور جامع ہے کیونکہ یہ خوف ودہشت، ظلم وستم، قتل وغارت، ڈکیتی ورہزنی اور فتنہ وفساد کی تمام صورتوں کو محیط ہے،خواہ ان کا ارتکاب سیاسی، ذاتی، انفرادی، اجتماعی اور مادی کسی بھی قسم کے اغراض و مقاصد کی خاطر کیا گیا ہو، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام فتنہ وفساد اور دہشت گردی کا کتنا شدید مخالف ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داخلی امن وسلامتی اور استحکام کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وہ اقدامات نہایت اہمیت کے حامل ہیں، جو آپؓ نے مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف کیے تھے، اس طرح حضرت علیؓ نے امن وامان کی فضا قائم کرنے اور ملک کے داخلی استحکام کے لیے خوارج کے خلاف جو اقدامات کیے تھے، وہ بھی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح رہے کہ اگر حکمران ایسے اقدامات شروع کر دیں، جو اسلامی شریعت کے صریحاً خلاف ہوں یا ملحد وزندیق قسم کے لوگ برسرِ اقتدار آ کر اسلام کے خلاف معاندانہ اقدامات شروع کر دیں، تو پھر رعایا کو ایسے حکمرانوں کے خلاف اقدام کی اجازت ہے، مگر یہ اجازت چند سخت شرائط کے ساتھ مشروط ہے، جن کی تفصیل فقہ واسلامی سیاسیات کی کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ تاہم شریعت اسلامی نہ قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت دیتی ہے نہ دہشت گردی کی۔

غیر ملکی ابلاغ عامہ اور عالمی رپورٹوں میں عام طور پر اسلام اور دہشت گردی کو لازم وملزوم اور ہر مسلمان کو دہشت گرد، خاص طور پر تمام مذہبی شعائر نماز، روزہ، داڑھی یعنی مذہبی رجحان کو دہشت گردی ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہ طرزِ فکر دہشت گردی کے خاتمے کے بجائے اس کے فروغ کا سبب بن رہا ہے۔

حواشی

۱۔ (النور۲۴: ۵۵)

۲۔ (المائدہ ۵:۸)

۳۔ (المائدہ ۵:۳۲)

۴۔ ابوداؤد، السنن، الخراج، باب فی تعشیر اھل الذمة، رقم الحدیث۳۰۵۲، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۵۔ ابن ماجہ، السنن، الاحکام، باب من بنی، رقم الحدیث۲۳۴، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الذبائح والصید، باب مایکرہ من المثلة، رقم الحدیث۵۵۱۵، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۷۔ ابوداؤد، السنن، الأدب، باب فی الرحمة، رقم الحدیث۴۹۴۱، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المظالم، باب ظلمات یوم القیامة، رقم الحدیث ۲۴۴۷، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، بدأ الخلق، باب اذا وقع، رقم الحدیث۳۳۱۸، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۱۰۔ منصور پوریؒ، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، سنہ ندارد)، ج ۲، ص ۲۱۹۔۲۲۱۔

۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ (بیروت: دارصادر، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۹ء)، ج ۳، ص۱۸۲۔۱۸۳۔ ابن کثیر، البدایة والنھایة (بیروت: مکتبہ المعارف، ۱۹۶۶ء)، ج ۵، ص۲۴۸۔

۱۲۔ امام مالک، الموطأ، کتاب الجہاد، باب النھی عن قتل النساء والولدان فی الغزو، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۷ء)

۱۳۔ الطبری، تاریخ الرسل والملوک (بیروت: مکتبہ خیاط، سنہ ندارد)، ج ۳، ص۴۳۴۔

۱۴۔ اسٹینلے لین پول (مصنف)، آباد شاہ پوری (مترجم)، صلاح الدین ایوبی (اسلام آباد: بک پروموٹرز، ۱۹۹۷ء)، ص۹۸۔

۱۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، رقم الحدیث ۲۲۳، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۱۶۔ ڈاکٹر گستاولی بان، (ترجمہ سید علی بلگرامی)، تمدن عرب (لاہور: مقبول اکیڈمی، سنہ ندارد)، ص ۱۳۱۔

۱۷۔ حوالہ مذکور ص۱۳۲۔

۱۸۔ حوالہ مذکور ص ۲۹۲۔۲۹۳۔

۱۹۔ المائدہ (۵:۳۳)

© rasailojaraid.com